یا اللہ مدد
مسائلِ قربانی
از افادات
متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن
دامت برکاتھم العالیہ
امیر : عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
پیشکش
احناف میڈیا سروس

فہرست رسالہ "مسائل قربانی"

فہرست رسالہ "مسائل قربانی"

فہرست رسالہ "مسائل قربانی"

فہرست رسالہ "مسائل قربانی"

فہرست رسالہ "مسائل قربانی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل قربانی

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

قربانی کی متعلق چند امور قابلِ ذکر ہیں:

1: قربانی کا ثبوت 2: قربانی کا حکم 3: قربانی کا جانور 4: جانوروں کی عمر 5: شرکاء اور ان کی تعداد

6: قربانی کا وقت 7: قربانی کے دن 8: شرائط وجوب قربانی 9: قربانی کا نصاب 10: ذبح کون کرے؟

1: قربانی کا ثبوت

(1): قَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

(سورۃ المائدہ: 27)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنائیں جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پہلے نے کہا کہ اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ کے مقبول ہوئی تھی اور وہ جانور ان کی قربانی کا اونٹ تھا یا مینڈھا علی اختلاف روایات التفسیر.... اور جب سے اب تک سب امتوں میں ان جانوروں کا ذبح کرنا جاری و مشروع رہا۔" (امداد الفتاویٰ: ج3 ص564)

(2): قَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

(سورۃ الحج: 34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے۔

(3): قَالَ تَعَالیٰ: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

(سورۃ الکوثر: 2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

فائدہ:

اس آیت کی ایک تفسیر تو یہی ہے کہ ﴿وَانْحَرْ﴾ سے مراد قربانی ہے، دوسری تفسیر کے مطابق اس سے مراد نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

علامہ ابن عبد البر [م463ھ] مشہور محدث امام ابو بکر احمد بن محمد الاثرم [م273ھ] کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَبْهَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ فِيْ

قَوْلِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ.

(التمہید لابن عبد البر: ج8 ص164 من حدیث عبد الکریم بن ابی المخارق)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ﴿وَانْحَرْ﴾ سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

(4): عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.

(سنن ابن ماجہ: ص226- باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ!یہ قربانی کیا ہے؟(یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا؟) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔

(5): عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اَنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً.

(جامع الترمذی: ج1 ص275 باب ما جاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(6):عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهاَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص388 باب فضل الضحایا و الھدی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: قربانی کیا کرو اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک کیا کرو اس لیے کہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرتے وقت) قبلہ کی طرف کرتا ہے تو اس کا خون، گوبر اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی شکل میں حاضر کیے جائیں گے۔

2: قربانی کا حکم

قربانی واجب ہے۔ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی الحنفی "تبیین الحقائق شرح کنز الحقائق" میں فرماتے ہیں:

تَجِبُ عَلٰى حُرٍّ مُّسْلِمٍ مُّقِيمٍ مُّوسِرٍ عَنْ نَفْسِهٖ لَا عَنْ طِفْلِهٖ شَاةٌ أَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ يَوْمَ النَّحْرِ إِلٰى آخِرِ أَيَّامِهٖ.

(تبیین الحقائق للزیلعی: ج6 ص2 کتاب الاضحیۃ، و ھکذا فی: رد المحتار لابن عابدین: ج9 ص521 تا 524)

ترجمہ: دس ذوالحجہ سے لیکر قربانی کے آخری ایام (یعنی بارہ ذوالحجہ) تک ہر اس آدمی پر جو آزاد، مسلمان، مقیم اور صاحب نصاب ہو قربانی کرنا واجب ہے، (یہ وجوب اسی پر ہو گا) اس کے بچوں کی طرف سے نہ ہو گا۔

جبکہ غیر مقلدین کے ہاں یہ سنت ہے۔ (محمدی زیور از محی الدین: ص79، فتاوی نذیریہ: ج3ص255)

دلائل احناف:

(1): قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

(سورۃ الکوثر: 2)

امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص (م307ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ: صَلٰوۃُ یَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبَدَنِ ...قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: ھٰذَا التَّاوِیلُ یَتَضَمَّنُ مَعْنَیَیْنِ،اَحَدُھُمَا اِیْجَابُ صَلٰوۃِ الْاَضْحٰی وَالثَّانِیْ وُجُوْبُ الْاُضْحِیَّۃِ۔

(احکام القرآن للجصاص ج3ص 419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور "وانحر" سے قربانی مراد ہے۔ حضرت ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

1: عید کی نماز واجب ہے۔2: قربانی واجب ہے۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی [م1225ھ] اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قَالَ عِکْرَمَۃُ وَعَطَاءُ وَقَتَادَۃُ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ﴾ صَلٰوۃُ الْعِیْدِ یَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُکِكَ فَعَلٰی ھٰذَا یَثْبُتُ بِهٖ وُجُوْبُ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ وَ الْاُضْحِیَّۃِ.

(تفسیر المظہری: ج10، ص353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادۃ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں "فصل" سے مراد "عید کی نماز" اور "وانحر" سے مراد "قربانی" ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔

(سنن ابن ماجہ: ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد: ج2ص321 رقم8254، السنن الکبریٰ: ج9ص260 کتاب الضحایا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترکِ واجب پر ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی الحنفی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِثْلُ ھٰذَا الْوَعِیْدِ لَا یُلْحَقُ بِتَرْكِ غَیْرِ الْوَاجِبِ.

(تبیین الحقائق للزیلعی: ج6ص2 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: اس قسم کی وعید غیر واجب کو چھوڑنے پر نہیں ہوتی (بلکہ واجب کو چھوڑنے پر ہوتی ہے)

تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

اعتراض:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

(صحیح البخاری: باب ما جاء في الثوم النيي والبصل والكراث)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا: جو شخص لہسن کھائے تو وہ مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔

آپ کی بیان کردہ دلیل کے مطابق لازم آئے گا کہ لہسن کا "نہ کھانا" واجب ہو حالانکہ ترکِ ثوم کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں۔

جواب:

ملا علی القاری [م1014ھ] لکھتے ہیں:

فَالنَّهْيُ إِنَّمَا هُوَ عَنْ حُضُوْرِ الْمَسْجِدِ بَعْدَ أَكْلِ الثُّوْمِ النَّيِّئِ وَنَحْوِهٖ لَا عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَنَحْوِهِمَا.

(المرقاۃ لملا علی القاری: ج2ص842باب المساجد ومواضع الصلاۃ،الفصل الاول)

ترجمہ: اس حدیث میں کچا لہسن اور اس قسم کی (بو والی) چیزیں کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے، لہسن و پیاز وغیرہ کھانے سے منع نہیں کیا گیا۔

(3) حضرت مِخْنَف بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا وُقُوفاً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةً وَعَتِيْرَةً.

(سنن ابن ماجہ ص226باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن النسائی ج2ص 188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہرگھروالوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دوقسم کی قربانیو ں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: "عتیرہ "اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھراسلام آنے کے بعد اللہ تعالی کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِيْرَةِ.

(سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرما دیا۔

فائدہ: "فرع" اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعداسے میں منسوخ کر دیا گیا۔ (زھر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

اعتراض:

یہ روایت معلل ہے، حضرت مخنف بن سلیم کبھی اس کو موقوفاً بیان کرتے ہیں اور کبھی مرفوعاً!

جواب:

1: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک راوی حدیث ایک وقت میں مرفوعاً بیان کرے اور دوسرے وقت میں موقوفاً بیان

کرے تو فقہاء و محدثین کے ہاں راجح یہ ہے حدیث پر مرفوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے اور زیادتِ ثقہ مقبول ہوتی ہے۔ علامہ نووی [م676ھ] فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ طَرِيقَةُ الْأُصُولِيِّينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَّمُحَقِّقِي الْمُحَدِّثِينَ أَنَّهُ يُحْكَمُ بِالرَّفْعِ وَالْاِتِّصَالِ لِأَنَّهَا زِيَادَةُ ثِقَةٍ.

(شرح مسلم للنووی: ج1ص256، 282)

ترجمہ: صحیح طریقہ حضرات اصولیین، فقہاء، امام بخاری، امام مسلم اور محققین محدثین کا ہے کہ (اگر روایت کے موقوف و مرفوع یا ارسال و اتصال کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو) مرفوع اور متصل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس لیے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے۔

2: علامہ جلال الدین سیوطی [م911ھ] فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: لَا تَعَارُضَ بَيْنَ مَا وَرَدَ مَرْفُوعًا مَرَّةً وَّمَوْقُوفًا عَلَى الصَّحَابِيِّ أُخْرٰى لِأَنَّهُ يَكُونُ قَدْ رَوَاهُ وَأَفْتٰى بِهٖ.

(تدریب الراوی: ص223 النوع الثانی عشر التدلیس)

ترجمہ: امام ماوردی فرماتے ہیں: روایت کے مرفوع یا موقوف بیان ہونے میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ بعض مرتبہ راوی روایت بیان کرتا ہے اور کبھی اس پر فتویٰ دیتا ہے۔

3: اَنَّهٗ غَيْرُ مُدْرَكٍ بِالْقِيَاسِ وَهُوَ فِيْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ.

ترجمہ: یہ حدیث غیر مدرک بالقیاس ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

(4) حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

شَهِدْتُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ.

(صحیح البخاری: ج2ص843 باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں عید الاضحیٰ کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے بعد) ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں قربانی دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

غیر مقلدین کی دلیل:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَّمَعْرُوفٌ.

(صحیح البخاری: ج2ص832)

اس کے تحت روایت لائے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَهٗ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهٗ لِأَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ... مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهٗ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: اس (عید الاضحیٰ کے) دن سب

سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے، پھر واپس آ کر قربانی کرنی چاہیے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری طریقے کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو یہ ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا، یہ قربانی بالکل نہیں اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل کیا۔

جواب:

1: یہاں سنت سے مراد "واجب" ہے، سنت بمعنی اصطلاحی مراد نہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ.

(السنن الکبریٰ: ج8 ص325 باب السلطان یکرہ علی الختان)

ترجمہ: ختنہ کرانا مردوں کے لیے واجب ہے۔

2: سنت سے مراد طریقہ ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

(سنن ابن ماجہ ص 226 باب ثواب الاضحیہ)

کہ قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔

3: قربانی کا جانور

اہل السنۃ والجماعت کا موقف:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جا سکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

أَمَّا جِنْسُهُ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْأَجْنَاسِ الثَّلَاثَةِ الْغَنَمِ أو الْإِبِلِ أو الْبَقَرِ وَيَدْخُلُ فى كل جِنْسٍ نَوْعُهُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثَى منه وَالْخَصِيُّ وَالْفَحْلُ لِانْطِلَاقِ اسْمِ الْجِنْسِ على ذلك وَالْمَعْزُ نَوْعٌ من الْغَنَمِ وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ من الْبَقَرِ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: قربانی میں جو جانور ذبح کیے جا سکتے ہیں وہ ان تین قسموں میں سے ہونے چاہیئں؛ بکری، اونٹ اور گائے، اور ان میں ہر جنس کی نوع (قسم) بھی شامل ہے، مذکر، مونث، خصی، بغیر خصی ہر قسم شامل ہے، مینڈھا یہ بکری کی قسم ہے اور بھینس یہ گائے کی قسم ہے۔

دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

(سورۃ الحج: 34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے۔

اس آیت میں قربانی کے لیے "بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" مقرر کیے گئے ہیں۔ ان "بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" کی وضاحت خود قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یوں موجود ہے:

﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ○ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ○ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ الاية﴾

(سورۃ الانعام: 142، 143، 144)

ترجمہ:اور چوپایوں میں سے اللہ نے وہ جانور بھی پیدا کیے ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ جان لو کہ وہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے۔ (مویشیوں کے) کل آٹھ جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ دو صنفیں (نر اور مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکروں کی نسل سے، ذرا ان سے پوچھو کہ: ”کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو!“ اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو صنفیں (نر اور مادہ) اللہ نے پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو صنفیں۔ ان سے کہو: ”کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟

یعنی ”بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ“ آٹھ جانور ہیں؛ دو بھیڑوں سے، دو بکریوں میں، دو اونٹوں سے اور دو گائیوں میں سے۔

اس آیت کے تحت امام ابن ابی حاتم الرازی (م327ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلا سَأَلَ عَلِيًّا عَنِ الْهَدْيِ مِمَّا هُوَ فَقَالَ: مِنَ الثَّمَانِيَةِ الأَزْوَاجِ. فَكَأَنَّ الرَّجُلَ شَكَّ. قَالَ عَلِيٌّ: تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: فَسَمِعْتَ اللَّهَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ قَالَ وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ... وَمِنَ الأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا قَالَ: فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الإِبِلِ اثْنَيْنِ.

(تفسیر ابن ابی حاتم الرزای: ج5 ص94)

ترجمہ: حضرت ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون سے جانور ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قربانی کا جانور آٹھ جانوروں میں سے ہوتا ہے مگر اس آدمی کو کچھ شک ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ“ (اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے وہ چوپائے حلال کر دیے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل ہوں) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ“ (تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا“ (اللہ تعالیٰ نے چوپائیوں میں سے بوجھ اٹھانے والے [یعنی اونٹ ،بیل] بھی پیدا کیے ہیں اور زمین پر لگے ہوئے [یعنی بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ]) اور یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الإِبِلِ اثْنَيْنِ“ (دو صنفیں یعنی نر اور مادہ بھیڑوں کی نسل سے، دو صنفیں گائے کی نسل سے، دو بکروں کی نسل سے،دو اونٹوں کی نسل سے)

فائدہ:

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ مِن الْبَقَرِ.(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔

دلائل:

(1): لغت

اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ كِبَارِ الْبَقَرِ.(المنجد: ص101)

ترجمہ: بھینس بڑی گائے کی ایک قسم ہے۔

(2): حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (م110ھ) فرماتے:

اَلْجَامُوْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ.(مصنف ابن ابی شیبہ: ج7، ص65 رقم: 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(3) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (م161ھ) فرماتے ہیں:

تُحْسَبُ الْجَوَامِيْسُ مَعَ الْبَقَرِ.(مصنف عبدالرزاق: ج4ص23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

(4) امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ (م179ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا.(موطا امام مالک: ص294، باب ما جاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے(یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اَلْجَوَامِيْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ.(کتاب الاموال لابن عبید: ج2، ص385، رقم: 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

(5) اجماع امت

علامہ ابن المنذر لکھتے ہیں:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيْسِ حُكْمُ الْبَقَرِ.(کتاب الاجماع لابن المنذر: ص37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(6): نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے کتاب لکھی ہے: "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ"، اس میں بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے اور دلائل کے منکر کو جاہل کہا ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

بھینس کی قربانی کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ یہ عرب میں نہیں پائی جاتی تھی۔

(فقہ الحدیث از افادات ناصر الدین البانی: ج2 ص475، آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر احمد ربانی: ج2ص337)

جواب:

1: بھینس اگرچہ موجود نہ تھی لیکن باجماعِ امت اسے گائے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے گائے والا حکم دے دیا گیا جیسا

کہ زکوۃ کے مسئلہ میں اسے گائے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

2: اگر بھینس کی قربانی نہ کرنے کی یہی دلیل ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے دور میں بلادِ عرب میں نہیں تھی تو اس دلیل کے مطابق اس کا گوشت، دودھ ، مکھن، کھال وغیرہ کا استعمال بھی جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دور نبوت میں عرب ممالک میں نہیں پائی جاتی تھی۔

فائدہ:

غیر مقلدین کے ہاں جو جانور زائد ہیں:

[۱]: گھوڑے کی قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ج1 ص149)

دلیل:

حدیث میں ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ.

(صحیح البخاری: کتاب الذبائح و الصید- باب النحر والذبح)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دور میں گھوڑے کو ذبح کیا [یعنی اس کی قربانی کی] اور اس کا گوشت کھایا۔

اس روایت میں لفظ "نَحَرْنَا" ہے جو بمعنی قربانی ہے۔

جواب نمبر1:

"ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ" کی وضاحت قرآن مجید نے جن جانوروں سے کی ہے ان میں گھوڑا شامل نہیں ہے۔

جواب نمبر2:

یہ دلیل تب بنے گی جب "نَحَرْنَا" بمعنی "نَسَكْنَا" ہو، جبکہ حدیث میں "نَحَرْنَا فَرَسًا" بمعنی "ذَبَحْنَا فَرَسًا" ہے جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جس میں "ذَبَحْنَا" کا صریح لفظ موجود ہے۔

(۱): عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ فَأَكَلْنَاهُ. (صحیح البخاری: رقم 5511)

(۲): عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَاهُ. (المعجم الکبیر: رقم302)

(۳): عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا فَأَكَلْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (کنز العمال: ج15 ص439)

جواب نمبر3:

گھوڑا کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا جائز ہی نہیں تو گھوڑے کی قربانی کیسے جائز ہو گی؟! گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے پر دلائل یہ ہیں:

[1]: وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَوْلُهُ تَعَالَى {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً} خَرَجَ مَخْرَجَ الْإِمْتِنَانِ وَالْأَكْلُ مِنْ أَعْلَى مَنَافِعِهَا، وَالْحَكِيمُ لَا يَتْرُكُ الْإِمْتِنَانَ بِأَعْلَى النِّعَمِ وَيَمْتَنُّ بِأَدْنَاهَا.

(الہدایۃ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ و ما لا یحل)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ کہ ان تین چیزوں (گھوڑا، خچر اور گدھا) کا ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ضمن میں ہوا ہے، کسی جانور کا سب سے بڑا فائدہ اس کا گوشت "کھانا" ہے۔ حکیم ذات احسان کا ذکر کرتے ہوئے کبھی بھی اعلیٰ نعمتوں کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت کا تذکرہ نہیں کرتی۔ (اور یہاں اعلیٰ فائدہ "گوشت کھانا" کو چھوڑ کر ادنیٰ فائدہ "سواری کرنا" کاذکر ہے، جو دلیل ہے کہ اگر گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور ذکر فرماتے)

نوٹ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت کو گھوڑے کے گوشت کی کراہت اور ناجائز ہونے کی دلیل بنایا ہے۔ علامہ ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَرِهَ لُحُوْمَ الْخَيْلِ وَتَأَوَّلَ {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً}

(احکام القرآن للجصاص: ج3 ص270 و من سورۃ النحل)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گھوڑے کے گوشت کو مکروہ (اور ناجائز) کہتے تھے اور دلیل میں قرآن پاک کی یہ آیت {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً} پیش کرتے تھے۔

[2]: عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ - زَادَ حَيْوَةُ - وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

(سنن ابی داود: کتاب الاطعمۃ- باب فی اکل لحوم الخیل)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے گھوڑے، خچر اور گدھوں کے کھانے سے منع فرمایا۔ حیوہ (راوی) نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِيُّ: سَنَدُ حَدِيْثِ خَالِدٍ جَيِّدٌ. (عمدۃ القاری: ج26 ص75 باب غزوۃ خیبر)

ترجمہ: علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند جید ہے۔

[3]: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَصَابَ النَّاسُ مَجَاعَةٌ فَأَخَذُوا الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوْهَا وَمَلَئُوْا مِنْهَا الْقُدُوْرَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُوْرَ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سَيَأْتِيْكُمْ بِرِزْقٍ هُوَ أَحَلُّ مِنْ هٰذَا وَأَطْيَبُ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُوْرَ وَهِيَ تَغْلِيْ فَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ وَحَرَّمَ الْمُجَثَّمَةَ وَالْخَلِيْسَةَ وَالنُّهْبَةَ.

(شرح مشکل الآثار للطحاوی:ج8 ص69 باب بیان مشکل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لحوم الخیل من کراہۃ ومن اباحۃ من حدیث جابر بن عبد اللہ ، المعجم الاوسط للطبرانی: ج4 ص 93 رقم الحدیث3692)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن لوگوں کو بھوک نے ستایا تو انہوں نے گھریلو گدھوں کو پکڑا اور ذبح کیا اور ان سے ہانڈیوں کو بھر دیا۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں حکم دیا (کہ ان کو گرا دیں) تو ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو گرا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو جوش مارنے کی حالت میں گرا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے پالتو گدھوں، گھوڑوں، خچروں کے گوشت، کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں، پنجوں کے

ساتھ کھانے والے پرندوں، باندھ کر نشانہ بنائے گئے جانور، درندے کے ہاتھوں چھڑائے گئے جانور جو ذبح سے پہلے ہی مر جائے اور (کسی درندے کے ہاتھوں) اچکے ہوئے جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الْهَيْثَمِيُّ: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَالْبَزَّارُ بِاخْتِصَارٍ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ، خَلَا شَيْخِ الطَّبَرَانِيِّ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ السَّدُوسِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ. (مجمع الزوائد: ج5 ص63 رقم الحدیث 8053)

ترجمہ: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت کو امام طبرانی نے اپنی کتاب "المعجم الاوسط" میں اور امام بزار سے (اپنی مسند میں) اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ ان دونوں کے راوی صحیح البخاری کے راوی ہیں سوائے امام طبرانی کے استاذ عمر بن حفص السدوسی کے، لیکن عمر بن حفص السدوسی بھی ثقہ ہے۔

فائدہ:

جن احادیث سے گھوڑے کے گوشت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے تو ایسی احادیث منسوخ ہیں (ناسخ احادیث ماقبل میں گزر چکی ہیں) نیز فقہاء نے بھی گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی (م593ھ) لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ.

(الہدایۃ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیمایحل اکلہ و ما لایحل)

ترجمہ: گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مکروہ ہے اور یہی قول امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

امام ابو حفص عمر بن علی المعروف ابن الملقن (م804ھ) فرماتے ہیں:

فَكَرِهَهُ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَنُقِلَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَأَبِي بَكْرٍ الْأَصَمِّ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح: جزء26 ص495 باب لحوم الخیل)

ترجمہ: گھوڑے کے گوشت کو امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مکروہ جانتے تھے اور یہی قول امام مجاہد، امام ابو بکر الاصم اور امام حسن بصری سے بھی منقول ہے۔

[۲]: مرغ کی قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ج2 ص72)

[۳]: انڈے کی قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ج4ص40)

دلیل:

مرغ اور انڈے کی قربانی کے جواز پر غیر مقلدین یہ روایت پیش کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي الْبَدَنَةَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْكَبْشَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الدَّجَاجَةَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْبَيْضَةَ.

(صحیح مسلم: ج1 ص282 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے نام ان کے آنے کی ترتیب سے لکھتے رہتے ہیں)۔ جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے اپنے

رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ جو جمعہ کی نماز کے لئے سب سے پہلے (یعنی جلدی)آتا ہے اسے اونٹ صدقہ کرنے کاثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو گائے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو مینڈھا، اس کے بعد والے کو مرغی، اس کے بعد والے کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں لفظ "یُھْدِیْ" ہے اور "اِھْدَاء" کا معنی قربانی کرنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں مرغ اور انڈے کی قربانی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

جواب:

یہاں لفظ"یُھْدِیْ" ہے اور "اَھْدَیٰ، یُھْدِیْ، اِھْدَاءً" کا معنی صدقہ و خیرات کرنا ہے نہ کہ قربانی کرنا۔ قربانی کا معنی ہے "اراقۃ الدم" اور "اراقۃ الدم" انڈے میں نا ممکن ہے۔ چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی (م1396ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحَقُّ اَنَّ الْاِھْدَاءَ مُفَسَّرٌ بِالتَّصَدُّقِ دُوْنَ اِرَاقَۃِ الدَّمِ بِدَلِیْلِ ذِکْرِ الْبَیْضَۃِ.

(اعلاء السنن: ج17 ص207)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ یہاں "اھداء" سے مراد صدقہ کرنا ہے نہ کہ اراقۃ الدم (یعنی قربانی) اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں انڈے کا ذکر ہے (اور انڈے میں اراقۃ الدم نا ممکن ہے)

"یُھْدِیْ" سے مراد "تصدق" کی مزید دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ.(صحیح مسلم: ج1 ص281، ص282 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسلِ جنابت کرے، پھر مسجد کی طرف جائے تو وہ اس طرح ہے جیسے اس نے اونٹ صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی دوسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے گائے صدقہ کی ہے، اور اگر آدمی تیسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے ایک مینڈھا صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی چوتھی گھڑی میں آئے تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی ہو اور اگر آدمی پانچویں گھڑی میں آئے تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا ہو۔اور جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے (اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور)خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

اس حدیث میں "یُھْدِیْ" کی وضاحت "قَرَّبَ" سے کی گئی ہے جس کا معنی "تصدق" ہے۔ علامہ نووی (م676ھ) لکھتے ہیں:

فَمَعْنٰی "قَرَّبَ" تَصَدَّقَ.(شرح مسلم للنووی: ج1 ص208)

اور علامہ ظفر احمد عثمانی (م1396ھ) لکھتے ہیں:

"وَالتَّقْرِيْبُ" اَلتَّصَدُّقُ بِالْمَالِ تَقَرُّبًا اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ.(اعلاء السنن: ج17 ص207)

ترجمہ: "تقریب" کا معنی ہے مال کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لیے صدقہ کرنا۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت میں جمعہ کے لیے پہلے آنے والوں کے لیے اونٹ، گائے، مینڈھا، مرغ اور انڈے کے صدقہ و خیرات کرنے کے ثواب ملنے کا ذکر ہے نہ کہ ان کی قربانی کا۔

نوٹ:

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَفِي أُصُولِ التَّوْحِيدِ لِلْإِمَامِ الصَّفَّارِ وَالتَّضْحِيَةُ بِالدِّيكِ وَالدَّجَاجَةِ فِي أَيَّامِ الْأُضْحِيَّةِ مِمَّنْ لَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْهِ لِإِعْسَارِهِ تَشْبِيهًا بِالْمُضَحِّينَ مَكْرُوهٌ، لِأَنَّهُ مِنْ رُسُومِ الْمَجُوسِ.

(ج5ص370 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس)

ترجمہ: امام صفار کی کتاب "اصول توحید" میں ہے: قربانی کے دنوں میں غربت کی وجہ سے جس آدمی کے پاس قربانی دینے کی طاقت نہ ہو تو اگر وہ مرغ اور مرغی کی قربانی دے تاکہ قربانی دینے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

4: جانور کی عمر

اہل السنۃ و الجماعۃ کا موقف:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

فَلَا يَجُوزُ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْنَا من الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عن الْأُضْحِيَّةِ إلَّا الثَّنِيُّ من كل جِنْسٍ وَإِلَّا الْجَذَعُ من الضَّأْنِ خَاصَّةً إذَا كان عَظِيمًا وَأَمَّا مَعَانِي هذه الْأَسْمَاءِ فَقَدْ ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّ الْفُقَهَاءَ قالوا الْجَذَعُ من الْغَنَمِ ابن سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَالثَّنِيُّ ابن سَنَةٍ وَالْجَذَعُ من الْبَقَرِ ابن سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ منه ابن سَنَتَيْنِ وَالْجَذَعُ من الْإِبِلِ ابن أَرْبَعِ سِنِينَ وَالثَّنِيُّ ابن خَمْسٍ.

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ج5ص297 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس في بيان محل اقامة الواجب)

ترجمہ: قربانی کے لیے اونٹ، گائے اور بکری کا "ثنی" ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ملیں تو چھ مہینے کا مینڈھا جو دیکھنے میں بڑا نظر آئے جائز ہے۔ مذکورہ جانوروں کے "ثنی" کا معنی امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ بکری کا "جزع" چھ مہینے کا اور "ثنی" ایک سال کا ہوتا ہے، گائے کا "جزع" ایک سال کا اور "ثنی" دو سال کا ہوتا ہے، اونٹ کا "جزع" چار سال کا اور "ثنی" پانچ سال کا ہوتا ہے۔

دلیل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ.

(صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

فائدہ: "اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ" کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے اور جمہور فقہاء کرام رحمہم

اللہ نے "مسنہ" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد اونٹ ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كل شئ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

(شرح مسلم: ج2 ص155)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ "مسنہ" سے مراد اونٹ ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔

اور فقہاء کرم کے ہاں "الثنی" سے مراد یہ ہے کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔فقہاء کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1)مشہور محدث وفقیہ علامہ ابوالحسین القدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوْا...وَالثَّنِى مِنَ الْغَنَمِ اِبْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِى مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِى مِنَ الْإِبِلِ اِبْنُ خَمْسٍ.

(الفتاویٰ العالمگیریہ:ج5ص297 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دوسال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2)محدث وفقیہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالثَّنِى مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ اِبْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ اِبْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ.

(البحر الرائق: ج8ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑاور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(1) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد للشیخ مولانا خلیل احمد السہارنپوری: ج4ص71

(2) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم لشیخ الاسلام مفتی محمد تقی العثمانی: ج3ص558

نمبر2: مذکورہ حدیث میں "مسنہ" کے متبادل "جَذَعَةٌ مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالُوْا هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْماً بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ.

(البحر الرائق: ج8ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کوسال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے ہاں مدار عمر پر نہیں، مدار دانت ہیں کہ قربانی کے لیے دو دانتا [جس کے دو دانت گر گئے ہوں] ہونا شرط ہے، عمر شرط نہیں۔ (فتاویٰ اصحاب الحدیث از حافظ عبد اللہ غیر مقلد: ج2ص392)

دلیل:

حدیث میں لفظ "مسنہ" "ثنی" سے ہے، اور "ثنی" لغت میں دو دانتوں کو کہتے ہیں۔ لہذا حدیث میں جس جانور کی قربانی کا

تذکرہ ہے اس سے مراد ایسا جانور ہے جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

جواب 1:

"مسنہ" کا معنی لغت میں "دو دانتہ" بھی ہے اور عمر والا بھی۔ چنانچہ لغت کی کتاب "مختار الصحاح" میں ہے:

والثَّنِيُّ الذی یلقی ثنیتہ۔ (مختار الصحاح: ص90)

کہ "ثنی" وہ جانور ہے جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

القاموس الوحید میں ہے:

المُسِنّ: عمر رسیدہ۔ (ص812)

لغت کی کتاب "المنجد" میں ہے:

المُسِنّ: بوڑھا جانور۔ (ص494)

یہ مسئلہ چونکہ شریعت کا ہے اس لیے لغت کا وہ معنیٰ مراد لیں گے جو اصحاب شرع نے لیا ہے اور وہ فقہاء ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ.

(سنن الترمذي ج1ص193 کتاب الجنائز، باب غسل المیت)

ترجمہ: اور فقہاء حدیث کا معنی زیادہ جانتے ہیں۔

جواب 2:

"جذعة" سے مراد باتفاق امت دنبے اور بھیڑ میں چھ ماہ کی عمر والا جانور ہے۔مسنہ کے متبادل عمر کے اعتبار سے جانور کا تعین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسنہ سے مراد عمر والا ہے نہ کہ دانت والا ہے۔

فائدہ:

اہل السنت و الجماعت کے ہاں حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا. اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ.

(مصنف عبدالرزاق: ج4، ص409، السنن الکبری للبیہقی: ج10، ص7، باب مایکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(1) دم مسفوح [بہتا ہوا خون] (2) مادہ جانور کی شرمگاہ (3) خصیتین (4) غدود (۵) نر جانور کی پیشاب گاہ (6) مثانہ (7) پتہ

فائدہ: دم مسفوح کا کھانا بوجہ نصِ قطعی کے حرام ہے جبکہ باقی چھ کا کھانا مکروہ ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے ہاں دم مسفوح کے علاوہ حلال جانور کا ہر عضو حلال ہے۔ چنانچہ فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

بکری وغیرہ جتنے جانور حلال ہیں ان کے تمام اجزاء حلال ہیں، ان کی کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ ہاں دمِ مسفوح البتہ حرام ہے کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید میں آئی ہے، اس کے سوا باقی اور تمام چیزیں حلال ہیں کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ شریعت نے حلال جانور کو حلال کردیا تو ہمارے لیے اس کے تمام اجزاء حلال ہیں۔ ہاں جس جزو کو

خود شریعت ہی نے حرام بنا دیا تو وہ جزو البتہ حرام ہو گا اور ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتوں کا بعض اجزاء کو مکروہ وخبیث سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے اور شریعت نے ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دی ہے کہ جن اجزاء کو ہماری طبیعتیں خبیث سمجھیں تو ان اجزاء کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانیں۔

(فتاویٰ نذیریہ: ج3 ص320)

لطیفہ: علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد ایک جگہ لکھتے ہیں:

اب ہمارے اصحاب کا ایک قول ضعیف اور ہے، وہ یہ کہ منی عورت کی نجس ہے اور مرد کی پاک ہے اور ایک قول اس سے بھی زیادہ ضعیف یہ ہے کہ دونوں کی منی نجس ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے، اور جب منی پاک ہوئی تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: صحیح یہ ہے کہ درست نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے گھن کرتی ہے۔

(ترجمہ صحیح مسلم از علامہ وحید الزمان: ج 1 ص387، باب : منی کا حکم)

۵: شرکاء اور ان کی تعداد

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِءُ إِلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً وَالْبَقَرُ وَالْبَعِيرُ يُجْزِى عن سَبْعَةٍ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص375 الباب الثامن)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کفایت کرتی ہے اگرچہ بڑی کیوں نہ ہو، اور گائے اور اونٹ سات کی جانب سے کفایت کرتا ہے۔

دلائل:

(1): عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424 ،باب الاشتراک في الھدی واجزاء البقرۃ والبدنۃ کل منھما عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

(2): عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424 ،باب الاشتراک في الھدی واجزاء البقرۃ والبدنۃ کل منھما عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔

جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک

اونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ (مقالات از زبیر علی زئی: ج4 ص203، فتاویٰ محمدیہ از محمد عبید اللہ: ص660)

دلیل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً.

(سنن الترمذی: ج1ص276 باب ما جاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

جواب 1:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما متروک ہے اور حدیث جابر معمول بہ ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

(سنن الترمذي ج1ص276 باب ما جاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: اسی پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا عمل ہے۔

اور یہ ضابطہ ہے کہ:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

(سنن ابی داود: باب لحم الصید للمحرم، باب من لا یقطع الصلوۃ شئ)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔

جواب2:

طرز محدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما منسوخ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ ناسخ ہے۔حضرت امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم باب الوضوء مما مست النار کے تحت فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يُعَقِّبُونَهَا بِالنَّاسِخِ.

(شرح النووي: ج1ص156 باب الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: یہ امام مسلم اور دیگر محدثین کی عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر وہ لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی ہے پھر حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما منسوخ ہے۔

جواب3:

حدیث جابر رضی اللہ عنہ قولی اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما فعلی ہے اور حدیث قولی کو حدیث فعلی پر ترجیح ہوتی ہےاور اس مسئلہ میں ایک طرف صرف فعلی حدیث جبکہ دوسری طرف فعلی اور قولی دونوں حدیثیں ہیں۔

بکری، بھیڑ میں اہل السنۃ و الجماعۃ کے نزدیک:

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ إلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً. (فتاویٰ عالمگیریہ: ج5ص375 الباب الثامن)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کفایت کرتی ہے اگرچہ بڑی کیوں نہ ہو

دلائل:

(1): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِھَا وَلَا اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیَھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ و سلم اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاۃٍ فَیَذْبَحُھُنَّ۔

(سنن ابن ماجہ: ص 226، کتاب الاضاحی باب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے اور میں مالدار ہوں اورمجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ سات بکریاں خریدلو اور انہیں ذبح کرلو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا اور بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہوسکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

(2): حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشادہے:

اَلشَّاۃُ عَنْ وَاحِدٍ۔(اعلاء السنن: ج 17، ص210، باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

ترجمہ: بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک:

بکری میں سارے گھر والے شریک ہوسکتے ہیں۔ (الحدیث: شمارہ55 ص55)

دلیل:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتْ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ.

(جامع الترمذی: ج1ص272 باب ما جاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے دور میں قربانی کیسے ہوتی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آدمی اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری ذبح کیاکرتا تھا، پھر سارے گھر والے اسے کھاتے تھے۔

جواب:

مقصد اشتراک فی الثواب ہے۔جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيدَ الْأَضْحَى فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ

إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي.

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث 14893)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت میں سے اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

تو کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کی بناء پر قیامت تک آنے والے سارے مسلمان ایک قربانی میں شریک ہو جائیں گے اور کسی کو قربانی دینے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی؟!

فائدہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک قادیانی بھی قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث: ج13ص89)

6: قربانی کا وقت

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔(فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ.

(صحیح البخاری: ج 2، ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہو گا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہو گا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

7: قربانی کے دن

مذہبِ اہل السنۃ و الجماعۃ:

قربانی کے تین دن ہیں: 12.11.10 ذوالحجہ۔ علامہ علاء الدین کاسانی [م587ھ] فرماتے ہیں:

وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحَى - وَهُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ - وَالْحَادِيَ عَشَرَ، وَالثَّانِيَ عَشَرَ وَذَلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ

مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الثَّانِي عَشَرَ.

(بدائع الصنائع: ج4ص198 کتاب الاضحیۃ، فصل: و اما وقت الوجوب)

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں: یوم الاضحیٰ یعنی دس ذوالحجہ کا دن، گیارہ ذوالحجہ اور بارہ ذوالحجہ کا دن۔

دلیل(1): قال اللہ تعالیٰ: "لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ" (الحج: 28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فَالْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ"

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج6، ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10ذوالحجہ) اوراس کے بعد دو دن ہیں۔

اور اگر صحابی کسی آیت کی تفسیر کرے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ امام ابو عبد اللھپ الحاکم (م405ھ) فرماتے ہیں:

«لِيَعْلَمَ طَالِبُ هَذَا الْعِلْمِ أَنَّ تَفْسِيرَ الصَّحَابِيِّ الَّذِي شَهِدَ الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيلَ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ»

(المستدرک للحاکم: ج2ص283 سورۃ الفاتحۃ)

ترجمہ: طالبِ علم کو یہ بات جاننی چاہیے کہ وہ صحابی جووحی کے وقت موجود ہو اور نزولِ قرآن کے وقت حاضر ہو اس کی بیان کردہ تفسیر حدیث مسند کے حکم میں ہوتی ہے۔

دلیل(2): "عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِيْ بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ"

(صحیح البخاری: ج2، ص835، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہناچاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گو شت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانورذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ:

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی مما نعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔ حضرت قتادہ بن نعمان سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُوا الْأَضَاحِيَّ وَادَّخِرُوْا.

(مستدرک الحاکم: ج4ص259 کتاب الاضاحی حدیث نمبر7569)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا: قربانی کا گوشت کھاو اور اس کو ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔

فائدہ:

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی

ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جا سکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سا را سال ہو گی، ہر گز نہیں۔ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل(3): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ.

(احکام القرآن للطحاوی: ج2ص205، موطا امام مالک ص497، کتاب الضحایا)

ترجمہ: قربانی کے دن تین ہی ہیں۔

دلیل(4): "عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ: اَلنَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُهَا یَوْمُ النَّحْرِ "(احکام القرآن للطحاوی: ج2ص205)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر(دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

مذہبِ غیر مقلدین:

ان کے ہاں قربانی چار دن ہے۔یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔

(آپ کے مسائل کا حل از مبشر ربانی: ص104، فتاویٰ محمدیہ از عبید اللہ خان: ص617)

دلیل:

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِیهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَیَّامُ التَّشْرِیقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ.

(السنن الکبریٰ: باب من قال الاضحیٰ جائز یوم النحر: 19717)

جواب1:

اس کی سند میں ایک راوی "معاویہ بن یحیٰ الصدفی" ہے جو کہ مجروح ہے:

یحیٰ بن معین فرماتے ہیں:

معاویۃ بن یحیی الصدفی لاشئی. [معاویہ صدفی کی حدیث میں کچھ حیثیت نہیں]

ابو زرعہ الرازی فرماتے ہیں:

لیس بقوی.[یہ حدیث میں قوی نہیں ہے]

ابن ابی حاتم الرازی فرماتے ہیں:

احادیثہ کلھا مقلوبۃ- [اس کی بیان کردہ احادیث میں تبدیلیاں ہوتی ہیں]

(الجرح و التعدیل: ج8 ص384)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ضعفوہ[محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے]

(الکاشف: ج2ص277)

جواب2:

امام ابن ابی حاتم رازی نے یہ طریق ذکر کیا:

معاویۃ بن یحیی الصدفی عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری

اور اپنے والد ابو حاتم الرازی کا فیصلہ نقل کیا:

ھذا الحدیث کذب بھذا الاسناد۔ [یہ حدیث اس سند کے ساتھ جھوٹ ہے]

(العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج3 ص252)

اور ایک مقام پر یہ نقل کیا:

ھذا حدیث موضوع۔ [یہ حدیث موضوع ہے]

(العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج4 ص493)

جواب3:

اگر اس حدیث کی بنیاد پر 13ذی الحجہ قربانی کا دن ہے تو پھر 9 بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ ایام تشریق 9 سے شروع ہوتے ہیں۔

فائدہ:

زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے اپنے شمارہ الحدیث: شمارہ نمبر44 میں توضیح الاحکام کے تحت"قربانی کی تین دن ہیں" کے نام سے ایک مضمون لکھا جس میں "ہفت روزہ اہلِ حدیث "کے ایک لکھاری عبد الستار حماد غیر مقلد کے اس موقف کو کہ قربانی کے چار دن ہیں، غلط ثابت کیا، اس کے دلائل کا تانا بانا ایک کیا اور آخر میں لکھا: قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ (الحدیث: شمارہ نمبر44 ص11)

تنبیہ: تین دن کا قول جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے لیکن علی زئی صاحب نے اس کو ذکر کرنا گوارا نہ کیا کیونکہ اس سے ان کی مواقفت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوتی ہے۔

8: شرائط وجوب قربانی

جس مرد وعورت میں قربانی کے دنوں میں چار باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے۔ 1: مسلمان ہو، 2: آزاد ہو، 3: صاحب نصاب ہو، 4: مقیم ہو۔

(1)مسلمان ہو۔

دلیل: لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع: ج4، ص195)

قربانی عبادت و قربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔

دلیل: لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ۔

(البحر الرائق: ج2، ص: 271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3)صاحب نصاب ہو۔

دلیل: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔

(سنن ابن ماجہ: ص226، باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے جسے "صاحب نصاب" سے تعبیر کیاجاتا ہے۔(اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

(4)مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

دلیل: عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ. (المحلیٰ بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر979)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

9: قربانی کا نصاب

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو نصاب صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: ج5ص360، کتاب الاضحیہ)

پس جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونایا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: ج1ص160، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ و من لایجوز)

ضرورت سے زائد کا مطلب یہ ہے کہ محض نمود ونمائش کی ہوں یاگھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بدائع الصنائع: ج2ص، 158، 159، ردالمحتار ج3ص346باب مصرف الزکوٰۃ والعشر)

10: ذبح کون کرے؟

اہل السنۃ و الجماعۃ:

کے ہاں ذبح کرنے والے کے لیے مسلمان یا واقعتاً صحیح اہل کتاب ہونا ضروری ہے۔ علامہ زین الدین ابن نجیم (م970ھ) لکھتے ہیں:

(وَحَلَّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ وَ كِتَابِيٍّ)لِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ } وَالْمُرَادُ بِهِ ذَبَائِحُهُمْ.

(البحر الرائق لابن نجیم: ج8ص306، آپ کے مسائل اور ان کا حل از حضرت لدھیانوی)

ترجمہ: مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جن لوگوں کو (تم سے پہلے) کتاب دی گئی تھی ان کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہے۔" یہاں کھانے سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی "طعام" کی تفسیر "ذبیحہ" منقول ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

(صحیح البخاری: ج2 ص828 باب ذبائح اھل الکتاب)

کہ اھل کتاب کے طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔

غیر مقلدین:

ان کے ہاں مسلمان اور اہلِ کتاب کے علاوہ کوئی کافر بھی ذبح کرے تو جائز ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

ذبائح اہل کتاب ودیگر کفار نزد وجود ذبح بسملہ یا نزد اکل آں حلال است، حرام ونجس نیست.

(عرف الجادی:ص10)

ترجمہ: اہل کتاب اور دیگر کفار ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھ لیں یا اس مذبوحہ کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا جائے تو وہ حلال ہے، حرام اور نجس نہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

وذبیحۃ الکافر حلال اذا ذبح للہ وذکر اسم اللہ عند الذبح.

(کنز الحقائق: 182)

ترجمہ: کافر کا ذبیحہ حلال ہے اگر وہ اللہ کے لیے ذبح کرے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لے۔

نوٹ:

شیعہ و روافض کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ (م728ھ) لکھتے ہیں:

لا تؤکل ذبیحۃ الروافض والقدریۃ کما لا تؤکل ذبیحۃ المرتد.

(الصارم المسلول: ص570)

ترجمہ: روافض اور قدریہ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے جس طرح مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جاتا۔

جبکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ ذبیحہ اہل تشیع کا کھانا حلال ہے، کیونکہ وہ اہلِ اسلام میں سے ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ: ج3 ص317)

قربانی کے جانوروں کے بعض اوصاف / عیوب کا حکم

لنگڑا پن:

ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں البتہ اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار: ج9: ص 536 کتاب الاضحیہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ لاَ تَجُوزُ فِي الأَضَاحِي الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيرُ الَّتِي لاَ تَنْقَى.

(سنن ابی داؤد: ج2، ص387 باب ما یکرہ من الضحایا)

ترجمہ: چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ 1: کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، 2: بیمار جانور جس کا بیمار پن واضح ہو، 3: لنگڑا جانور جس کا لنگرا پن واضح ہو اور 4: کمزور جانور جس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا ہو۔

دانت کا ٹوٹا ہونا:

اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، ہاں اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار: ج9 ص537 کتاب الاضحیہ)

کان کٹا ہونا:

جامع الترمذی میں حدیث مبارک ہے:

عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالأُذُنَ وَأَنْ لاَ نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلاَ مُدَابَرَةٍ وَلاَ شَرْقَاءَ وَلاَ خَرْقَاءَ.

(سنن الترمذی: ج1 ص275 باب ما یکرہ من الاضاحی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو اچھی طرح دیکھ لیں تاکہ کوئی نقص نہ ہو اور ہمیں منع فرمایا کہ ہم ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان آگے یا پیچھے سے کٹے ہوئے ہوں یا پھٹے ہوئے ہوں یا ان میں سوراخ ہو۔

اب کان کتنا کٹا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کی شرح فقہاء کرام نے کی ہے۔ چنانچہ ردالمحتار کے کتاب الاضحیہ میں ہے کہ جس جانور کی پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (ج9، ص537)

سینگ ٹوٹا ہونا:

اگر جانور کا سینگ تھوڑا سا ٹوٹا ہوا ہے اس طرح کی اس کی جڑ نہیں اکھڑی تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔شرح معانی الآثار میں روایت ہے:

عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ عَلِيًّا فَسَأَلَهُ عَنِ الْمَكْسُورَةِ الْقَرْنِ فَقَالَ: "لَا يَضُرُّكَ"

(سنن الطحاوی: ج2، ص271 باب العیوب التی لایجوزالھدایاوالضحایا)

کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کے متعلق پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہی نے فرمایا: تیرے لیے مضر نہیں۔

ہاں اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا اور جڑ سے اکھڑ چکا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ کیونکہ اب یہ عیب دار ہو چکا ہے۔

(ردالمحتار: ج9 ص535 کتاب الاضحیہ)

دم کٹی ہونا:

اس میں یہ دیکھ لیا جائے کہ دم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

(اعلاءالسنن: ج17 ص237 باب ما لا یجوز تضحیۃ بھا و ما یکرہ، فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص368)

تھن خراب ہونا:

المعجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

لَا یَجُوْزُ فِی الْبُدْنِ الْعَوْرَاءُ، وَلَا الْعَجْفَاءُ، وَلَا الْجَرْبَاءُ، وَلَا الْمُصْطَلِمَةُ أَطْبَاؤُهَا.

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج2 ص374 رقم 3578)

کہ جانوروں میں کانا، بہت زیادہ کمزور، خارشی اور تھن کٹا جانور قربان کرنا جائز نہیں۔

اب تھن کی کتنی مقدار مراد ہے؟ تو فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ گائے یا بھینس وغیرہ کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو قربانی جائز نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص683)

خصی ہونا:

خصی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے بلکہ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ افضل ہے۔ حدیث میں ہے:

ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ أَقْرَنَیْنِ أَمْلَحَیْنِ مُوجَأَیْنِ.

(سنن ابی داؤد: باب مایستحب من الضحایا)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے قربانی والے دن دو سینگوں والے، موٹے تازے خصی مینڈھوں کو ذبح فرمایا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خصی جانور کا گوشت لذید اور صاف ہوتا ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں علامہ عبد الرحمن بن محمد لکھتے ہیں:

وَعَنِ الْإِمَامِ اَنَّ الْخَصِیَّ أَوْلٰی لِأَنَّ لَحْمَہٗ أَلَذُّ وَأَطْیَبُ.

(ج4 ص171 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ خصی جانور کی قربانی کرنا افضل ہے، اس لیے کہ کا گوشت لذیذ اور اچھا ہوتا ہے

قربانی کے متعلق چند سوالات مع جوابات

سوال نمبر1:

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی کرنا جائز ہے؟

جواب:

جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی کرسکتے ہیں۔ السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

أُتِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ وَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ». ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَتُصُدِّقَ بِهِ ثُمَّ أُتِيَ بِكَبْشٍ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ».

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب قول المضحی اللھم منک والیک فتقبل منی وقول المضحی عن غیرہ اللھم تقبل من فلان)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی والے دن ایک دنبہ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا: "بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ" [شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے] پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اسے صدقہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور دنبہ لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے بھی فرمایا: "بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ" [شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے]

رد المحتار میں ہے:

وَخَتَمَ ابْنُ السِّرَاجِ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ خَتْمَةٍ، وَضَحَّى عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ...

قُلْتُ [العلامۃ الشامی]: وَقَوْلُ عُلَمَائِنَا لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ يَدْخُلُ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِذَلِكَ حَيْثُ أَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ، فَفِي ذَلِكَ نَوْعُ شُكْرٍ

(رد المحتار: ج3 ص181، ص182 کتاب الصلوٰۃ- باب صلوۃ الجنازۃ)

ترجمہ: علامہ ابن السراج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار قرآن پاک کے ختم کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی بھی فرمائی۔ میں (یعنی علامہ ابن عابدین) کہتا ہوں: یہ جو ہمارے علماء کا قول ہے کہ "آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے" اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور آپ کا حق زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکالا، تو آپ کو ثواب ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر فوت شدگان کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

نوٹ: ابن السراج سے مراد " امام زین الدین محمد بن عمر سراج الدین بن محمود شہاب الدین الرازی الحنفی " ہیں۔ اپنے دور کے مفتی اور مدرس تھے۔ "الہدایہ" کا درس عمدہ طریقے سے دیتے تھے۔ کئی کتب کے مصنف بھی تھے۔ آپ کا انتقال 20 ذو القعدہ 766ھ بروز ہفتہ ہوا۔

(طبقات الحنفیہ لعبد القادر القرشی: ج2 ص105)

سوال نمبر2:

کیا عقیقہ کا حصہ قربانی میں رکھنا جائز ہے؟

جواب:

جی ہاں جائز ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے :

وَ كَذٰلِكَ إِنْ أَرَادَ بَعْضُهُمُ الْعَقِيقَةَ عَنْ وَلَدٍ وُلِدَ لَهُ مِنْ قَبْلُ. (بدائع الصنائع: ج 4 ص 209)

ترجمہ: شرکاء میں سے بعض کا ارادہ اپنے بچوں کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ہو تو یہ جائز ہے۔

اس کے دلائل یہ ہیں :

[۱]: لفظ "نسک"

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے "نسک" کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ

(سنن ابی داوٗد: کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ)

جس کا بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو ذبح کر لے۔

اور حدیث مبارک میں یہ لفظ نسک قربانی کے لیے بھی مستعمل ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَقَالَ « مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ »

(سنن ابی داود، باب ما یجوز من السن من الضحایا)

اس سے معلوم ہو اکہ عقیقہ کو نُسُك کہا جانا دلیل ہے کہ جانوروں کی صفات اور احکام کے متعلق جو حکم قربانی کا ہے وہی حکم عقیقہ کا ہے۔ اور بڑی قربانی میں سات حصے ہو سکتے ہیں اس لیے ایک بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے بھی ہو سکتے ہیں۔

[۲]: لفظ" اھراق دم"

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے "اھراق د م" لفظ وارد ہے۔

عَنْ سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

(صحیح بخاری رقم 5471)

اور قربانی کے لیے بھی "اھراق دم" کا لفظ ہے۔ حدیث میں ہے :

عن عائشة : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما عمل آدمى من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم

(سنن ترمذی، باب فضل الاضحیۃ)

لہٰذا یہ بھی مشابہت ہے کہ ان کا حکم مماثل ہو۔

[۳]: قیاس

شیخ الموفق ابن قدامہ حنبلی المغنی میں لکھتے ہیں :

والأشبه قياسها على الأضحية لأنها نسيكة مشروعة غير واجبة فأشبهت الأضحية ولأنها أشبهتها فى صفاتها وسنها

وقدرها وشروطها فأشبهتها في مصرفها

(المغنی مع الشرح الکبیر ج11ص124)

ترجمہ: اور اشبہ یہ ہے کہ اس کو قربانی پر قیاس کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک قربانی ہے جو مشروع ہے ، مگر واجب نہیں ، پس قربانی کے مشابہ ہوئی، اور اس لیے بھی کہ یہ قربانی کے مشابہ ہے اس کی صفات میں اس کی عمر میں ، اس کی مقدار میں، اس کی شرط میں۔ پس مشابہ ہوئی اس کے مصرف میں بھی۔

سوال نمبر3:

غیر مقلد کہتے ہیں کہ عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے۔

(قربانی اور عقیقہ کے مسائل از محمد فاروق غیر مقلد:ص201)

اس لیے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا:

يا أم المؤمنين عقي عليه أو قال عنه جزورا فقالت: معاذ الله ولكن ما قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: «شاتان مكافأتان»

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج9ص301)

کہ ہم اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا: معاذ اللہ (ہم وہ ذبح کریں گے)جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لڑکے کی طرف سے) دو ایک جیسی دو بکریاں۔

جواب

اس میں "معاذ اللہ" کہنے سے مراد بڑے جانور کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ بکری ذبح کرنا افضل ہے۔ اس کی تائید مستدرک حاکم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

نذرت امرأة من آل عبد الرحمن بن أبي بكر إن ولدت امرأة عبد الرحمن نحرنا جزورا فقالت عائشة رضي الله عنها لا بل السنة أفضل عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج5ص338 بات طریقہ العقیقہ وایامھا، رقم الحدیث:7669

کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے گھر والوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کے عقیقہ کے لیے ایک بڑا جانور ذبح کریں گے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نہیں سنت(پر عمل کرنا) افضل ہےاور یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی جاتی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں : صحیح الاسناد (ایضاً)

اور امام ذہبی بھی تائید فرماتے ہیں۔ (ایضاً)

امام ابن حجر عسقلانی نے ان دو حضرات کی تصحیحات کو ذکر فرمایا ہے۔ (التلخیص الحبیر لابن حجر:ج4ص360 رقم الحدیث 1981)

اس سے معلوم ہوا کہ بکری ذبح کرنا افضل ہے اور بڑا جانور جائز ہے۔ نیز ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے :

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من ولد له غلام فليعق عنه من الإبل أو البقر أو الغنم

(المعجم الصغیر للطبرانی ج اص150)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کی جانب سے اونٹ ، گائے یا بکری ذبح کرے۔

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید ایک صحیح السند موقوف روایت سے بھی ہوتی ہے۔

عن قتادة: أن أنس بن مالك كان يعق عن بنيه الجزور

(المعجم الطبرانی ج1ص187 رقم الحدیث 684)

کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کی طرف سے بڑا جانور ذبح کرتے تھے۔

اس پوری بحث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ بڑے جانور کا کرنا جائز ہے اگرچہ افضل سنت پر عمل کرنا ہے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر4:

قربانی کے جانور میں اگر کوئی کافر شریک ہوجائے تو گوشت کیوں حرام ہے ، جب کہ گوشت کا حصہ ہر ایک کا جدا جدا ہے۔

جواب:

قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ جان ہے۔ تو اصل قربانی جان کی ہے اور جان کی تقسیم نہیں ہوتی۔ گوشت کے مقصود نہ ہونے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

(سورۃ الحج:37)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اس جانور کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، اس کو تو اس بندے کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

سوال نمبر5:

جانور کو ذبح کر کے کھانا ظلم ہے تو قربانی کا عمل کر کے یہ ظلم کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب :

1: جانور انسان کے لیے نہ کہ انسان جانور کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

(سورۃ البقرۃ:29)

ترجمہ: اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

ورنہ انسان کے کرتوت تو ایسے ہیں کہ:

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ

(سورۃ الکھف:58)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے پکڑتا تو ان پر جلدی عذاب ڈال دیتا۔

لیکن اللہ نے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ اس انسان کو قتل کرکے جانوروں کے آگے ڈال دو۔

2: نیز جانور کے لیے چھری تیز کرنے کا حکم دینا جس سے ان کی جان نکلنے میں آسانی ہو یہ رحم ہے ، ظلم نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک مرتبہ ذبح کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

هلمي المدية ثم قال اشحذيها بحجر ففعلت

(صحیح مسلم: کتاب الاضحیۃ، باب استحباب الضحیۃ وذبحها مباشرۃ بلا توکیل والتسمیۃ والتکبیر)

ترجمہ: چھری لے آؤ، پھر فرمایا: پتھر سے اسے تیز کر لو، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔

3: اس طرح اس پر اللہ کا نام لینا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اس پر جانور بہت خوش ہوجا تا ہے اور جان دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ جیسے شہید کے بارے میں حدیث میں ہے:

عن أَبِي هريرة - رضى الله عنه - قَالَ : قَالَ رسول الله - صلى الله عليه وسلم - : ((مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلاَّ كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ))

(سنن النسائی: باب مایجد الشہید من الالم رقم الحدیث4354)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کو بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

لہذا جانور کو ذبح کرنے میں کوئی ظلم نہیں۔

سوال نمبر6:

غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اشرف الجواب" میں چوہے کو حلال کہا ہے۔ جس عبارت سے یہ لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ یہ ہے:

"دوسری قوموں کا یہ شبہ کہ "یہ لوگ بڑے سنگ دل ہوتے ہیں کہ انہیں جانوروں کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آتا" محض ناواقفی یا تعنت(سرکشی زیادتی) سے ناشی(پیدا ہونے والی) ہے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ شبہ اور اعتراض فقط گائے کی قربانی کے متعلق ہے، چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے متعلق نہیں، معلوم ہوتا ہے دال میں کالا ہے یعنی اس شبہ کا سبب ترحم نہیں بلکہ محض حمیتِ مذہبی ہے۔" (اشرف الجواب؛ حصہ اول:ص84)

اس پر غیر مقلد یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب چوہے وغیرہ کو حلال کہہ رہے ہیں اور ان کے ذبح کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

جواب:

غیر مقلدین بات کو سمجھے ہی نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ کفار کا یہ اعتراض تھا کہ جانوروں کے گلے پر چھری پھیرنا بے رحمی ہے تو کفار کے اس اعتراض میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ یہ اعتراض صرف گائے کی قربانی پر ہے لیکن خود چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے گلے پر چھریاں چلاتے ہیں وہاں کوئی اعتراض نہیں، لگتا ہے دال میں کچھ کالا ہے۔اعتراض رحم کی وجہ سے نہیں بلکہ حمیتِ مذہبی کی وجہ سے ہے۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الزامی جواب دیا تھا غیر مقلدین اس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور مسئلہ سمجھ بیٹھے۔

سوال نمبر7:

جانور ذبح کرنے کی بجائے اگر اس کی قیمت صدقہ کریں تو زیادہ مناسب ہے ، اس سے فائدہ زیادہ ہو گا۔ مثلاً ہسپتال ، یتیم خانہ ، بچیوں کا جہیز وغیرہ تیار ہو سکتے ہیں۔

جواب:

1: اسلام کا مالیاتی نظام موجود ہے مثلاً زکوٰۃ ، عشر، صدقات نافلہ، بیت المال وغیرہ۔ ان پر اگر عمل صحیح طریقے پر ہو تو معاشی حالت بہتر ہو جائے گی۔

2: قربانی کا مقصد گوشت نہیں کہ معاشی استحکام وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا جائے بلکہ مقصود جان کا اللہ کی راہ میں ذبح کرنا ہے۔ جس کی تائید اس حدیث مبارک میں ہوتی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ اَنَّہٗ لَیَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِہَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ یَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْساً۔

(جامع الترمذی: ج1ص275 باب ما جاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: عید الاضحیٰ کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

اور یہ بات قربانی کے پیسے صدقہ کر دینے سے پوری نہیں ہو گی۔

سوال نمبر8:

قربانی میں محض جانور ذبح کرنا، خون بہانا نظر آتا ہے، اس کا عملی فائدہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

جواب:

اس میں کئی فوائد ہیں:

(۱): اس میں محبوب اشیاء کا اللہ کی راہ میں دینے کا جذبہ ابھرتا ہے۔

(۲): اس میں جہاد کی عملی مشق اور تربیت ہے۔ اپنے ہاتھ سے جانور کے گلے کو کاٹنا ، تڑپتا دیکھنا ، گوشت پوست الگ کرنے میں اسے تربیت ملے گی کہ کل میدان جہاد میں جب لاشوں کو تڑپتا گرتا دیکھے گا تو گھبرائے نہیں بلکہ قوت وبہادری سے کفار کا قلع قمع کرے گا۔

سوال نمبر9:

ہر سال ہزاروں لاکھوں جانور ذبح کر دیے جاتے ہیں ، اس سے معیشت بہت متاثر ہوتی ہے ، کیونکہ اس سے بہت سے جانور ایک دن میں ختم ہو جاتے ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔

جواب:

اس میں معیشت بجائے گرنے کی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے مختلف مراحل پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے، مثلاً

1 جانور پالنا ....اس میں کئی افراد سال بھر مصروف رہ بر سرِ روزگار رہتے ہیں۔

2 چارہ خریدنا......... اس میں کاروبار ہے جو نفع بخش ہوتا ہے۔

3 دیکھ بھال پر نوکر چاکر کرنا......... اس میں بھی روزگاری کا بہترین ذریعہ ہے۔

4 دودھ کا نظام .... مستقل نظام کہ ہوٹلوں، گھروں کی ضرورت پورا ہونا، مٹھائیوں کا نظام وغیرہ، ڈیری فارم۔۔

5 قربانی کے ایام میں ان کی منڈی میں منتقلی میں ٹرانسپورٹ کا نظام ....

6 منڈیوں کا مستقل نظام اور کئی لوگوں کی روزی ....

7 بیچنے کے نتیجے میں زرمبادلہ ....

8 قصائیوں کا نظام اور اجرت ....

9 کھال دینے میں مدارس عربیہ کی امداد.........

10 گوشت مدارس ، غربا،مساکین متاثرہ علاقوں میں ....

11 کھالوں کا نظام ، فیکٹریاں، کارخانے ، کاروبار، لوگوں کو روزگار.........

12 اشیاء کی بناوٹ کوٹ ، خیمے ، جیکٹس وغیرہ.........

13 کمپنیوں اور کارخانوں کا نظام......... لوگوں کا روز گار وغیرہ

اب غور کیا جائے کہ جب اس میں اس قدر منافع، روزگار، ضروریات کا پورا ہونا پایا جاتا ہے تو اس میں معیشت کی تباہی ہے یا اس کا عروج ؟؟